Globethics Repository

Aqsam Bid'at 2 (The division of religious innovation part 2)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-07-09 11:19:33
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/184955

فصل اوّل

بدعت کی دو معروف تقسیمات

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

اَکابر اَئمہ اِسلام نے کتاب و سنت اور آثارِ صحابہ کے ذریعے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ ہر بدعت ناجائز اور حرام نہیں ہوتی۔ صرف وہ بدعت ناجائز اور ممنوع ہوتی ہے جس کی کوئی اصل، مثال، دلیل یا نظیر کتاب و سنت میں موجود نہ ہو۔ ایسی بدعت شریعت کے کسی نہ کسی حکم کے واضح طور پر مخالف اور متضاد ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جو ''نیا کام'' احکامِ شریعت کے خلاف نہ ہو بلکہ ایسے اُمور میں داخل ہو جو اَصلاً حسنات و خیرات اور صالحات کے زمرے میں آتے ہیں تو ایسے جملہ نئے کام محض لغوی اِعتبار سے تو ''بدعت'' کہلائیں گے کیونکہ ''بدعت'' کا لغوی معنی ہی ''نیا کام'' ہے ورنہ وہ شرعاً نہ تو بدعت ہوں گے اور نہ ہی مذموم اور باعثِ ضلالت۔ یقیناً ایسے اُمورِ مبنی بر خیر ''اُمورِ حسنہ'' متصور ہوں گے۔

تمام تر لفظی اور اِصطلاحی اِختلافات کے باوجود تمام مکاتبِ فکر اِس اَمر پر متفق ہیں کہ کسی بھی نئے عمل کی حلّت و حرمت یا جواز و عدمِ جواز کے تعیّن کے لیے بدعت کی تقسیم ناگزیر ہے۔ کیونکہ اگر بدعت کو بلا اِمتیاز و بلا تفریق صرف ایک ہی اکائی سمجھ کر، ہر نئے کام کو جو عہدِ رسالت مآب ﷺ یا عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد اِیجاد ہوا حرام یا مردود قرار دے دیا جائے تو لامحالہ تعلیماتِ دین اور فقہ اِسلامی کا بیشتر حصہ ناجائز کے زمرے میں آ جائے گا۔ اِجتہاد کی ساری صورتیں، قیاس اور اِستنباط کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔ اسی طرح دینی علوم و فنون اور ان کو سمجھنے کے لئے جملہ علومِ خادمہ جو فہمِ دین کے لئے ضروری اور عصری تقاضوں کے مطابق لابدی ہیں، اِن کا سیکھنا، سکھانا بھی حرام قرار پائے گا۔ کیونکہ یہ سب علوم و فنون اپنی موجودہ شکل میں نہ عہدِ رسالت ﷺ میں موجود تھے نہ ہی عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں۔ اِنہیں تو بعد میں ضرورت کے پیشِ نظر وضع اور مرتب کیا گیا۔ یہ تمام علوم و فنون اپنی ہیئت، اُصول، اِصطلاحات،

تعریفات اور قواعد و ضوابط کے اِعتبار سے نئے ہیں، لہٰذا اگر بدعت کی حسنہ اور سیئہ میں تقسیم نہ کی جائے تو یہ سب اُمور حرام قرار پائیں گے۔

بدعت کی پہلی تقسیم

۱۔ بدعتِ لغوی

۲۔ بدعتِ شرعی

۱۔ بدعتِ لُغوی (Literal Innovation)

بدعتِ لغوی سے مراد وہ نئے اُمور ہیں جو صراحتاً کتاب و سنت سے ثابت نہ ہوں لیکن ان کی اَصل، مثال یا نظیر شریعت میں موجود ہو اور یہ شریعت کے مستحسنات کے ذیل میں آتے ہوں جیسے نمازِ تراویح کی جماعت، قرآنی آیات پر اِعراب، دینی علوم کی تفہیم کے لئے صرف و نحو کی درس و تدریس، اُصولِ تفسیر، اُصولِ حدیث، فقہ و اُصولِ فقہ اور دیگر علومِ عقلیہ وغیرہ کی تعلیم کا اِہتمام وغیرہ۔ یہ سب اُمور بدعاتِ لغویہ میں شامل ہیں۔

۱۔ **اِمام اِبن تیمیہ** (۷۲۸ھ) اپنی کتاب ’’منهاج السنة‘‘ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان - نعمت البدعة هذه[1] - کے ذیل میں بدعتِ لغوی کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

إنّما سمّاها بدعة لأن ما فعل ابتداء، بدعة لغة، وليس ذلک بدعة شرعية، فإنّ البدعة الشّرعية التی هی ضلالة ما فعل بغير

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم، ۲۵۰

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶

دلیل شرعی۔(۱)

’’اِسے (یعنی باجماعت نمازِ تراویح کو) بدعت اِس لیے کہا گیا کہ یہ عمل اس سے پہلے اِس انداز میں نہیں ہوا تھا لہٰذا یہ بدعتِ لُغوی ہے، بدعتِ شرعی نہیں ہے۔ بدعتِ شرعی وہ گمراہی ہوتی ہے جو دلیلِ شرعی کے بغیر سراَنجام دی جائے۔‘‘

۲۔ **حافظ عماد الدین اسماعیل ابن کثیر** ’’تفسیر القرآن العظیم (۱: ۱۶۱)‘‘ میں بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کی تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والبدعة علی قسمين تارة تکون بدعة شرعية کقوله ﷺ: (فإن کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة) و تارة تکون بدعة لغوية کقول أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضی الله عنه عن جمعه إيّاهم علی صلاة التراويح و استمرارهم: (نعمت البدعة هذه).

’’بدعت کی دو قسمیں ہیں: بعض اوقات یہ بدعت شرعیہ ہوتی ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ’’فإنّ کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة‘‘ اور بعض اوقات یہ بدعت لغویہ ہوتی ہے جیسا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو نماز تراویح پر جمع کرتے اور دوام کی ترغیب دیتے وقت فرمان ’’نعمت البدعة هذه‘‘ ہے۔‘‘

مذکورہ بحث میں حافظ ابنِ کثیرؒ نے بدعت کو بدعتِ شرعیہ اور بدعتِ لغویہ میں تقسیم کر دیا۔ اِس میں بدعتِ ضلالہ کو بدعتِ شرعیہ کا نام دیا ہے ان کے نزدیک ہر

------ ۳۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰

۴۔ بيهقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۹۳، رقم: ۴۳۷۹

۵۔ بيهقی، شعب الايمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

(۱) ابن تيميه، منهاج السنة، ۴: ۲۲۴

بدعت ضلالت و گمراہی نہیں بلکہ صرف ’’کل بدعة سيئة ضلالة‘‘ ہے۔ بصورتِ دیگر وہ اُسے بدعت لغویہ کہتے ہیں۔ وہ اِس کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول - نعمت البدعة هذه[1] - میں بدعت سے مراد بدعتِ لغوی ہے نہ کہ بدعت ضلالہ۔

اَہم نکتہ

علامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابنِ کثیرؒ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان - نعمت البدعة هذه - میں بدعت کو بدعتِ لغوی شمار کیا ہے حالانکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہیں نہیں فرمایا کہ **هذه بدعة لغوية** بلکہ انہوں نے بدعت کے ساتھ لفظ ’’نعم‘‘ اِستعمال کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اُنہوں نے اِسے نعم البدعۃ یا بدعتِ حسنہ کہا ہے۔ اِس مفہوم کی شہادت قرآن میں بھی موجود ہے۔ سورۂ صٓ میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ○[2]

’’(حضرت سلیمان علیہ السلام) کیا خوب بندہ تھا، بے شک وہ بڑی کثرت سے توبہ کرنے والا تھا ○‘‘

اس آیت میں لفظ نِعۡمَ اِستعمال ہوا ہے اس کا معنی لغوی نہیں ہوتا بلکہ اِس کا معنی ’’اَچھا‘‘ یعنی ’’حسنہ‘‘ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروقؓ نے جسے نعم البدعة هذه کہا ہے لغت ہی کی رُو سے اِس کا معنی بدعت حسنہ بنتا ہے۔ یعنی باعتبارِ لغت بدعتِ لغوی سے مراد بدعتِ حسنہ ہے۔

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، باب ما جاء فی قيام رمضان، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سیوطی، تنوير الحوالك شرح مؤطا مالك، ۱: ۱۰۵، رقم: ۲۵۰
(۲) القرآن، صٓ، ۳۸: ۳۰

۳۔ علامہ ابن رجب حنبلیؒ (۷۹۵ھ) اپنی کتاب ’’جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم (ص: ۲۵۳)‘‘ میں تقسیمِ بدعت کے تناظر میں اِمام شافعیؒ کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

وقد روی الحافظ أبو نعیم بإسناد عن إبراهيم ابن الجنيد قال: سمعت الشافعی يقول: البدعة بدعتان: بدعة محمودة و بدعة مذمومة، فما وافق السنة فهو محمود، وما خالف السنة فهو مذموم. واحتجّ بقول عمر رضی اللہ عنہ: نعمت البدعة هذه.[1] و مراد الشافعی رضی اللہ عنہ ما ذکرناه من قبل أن أصل البدعة المذمومة ما ليس لها أصل فی الشريعة ترجع إليه و هی البدعة فی إطلاق الشرع. وأما البدعة المحمودة فما وافق السنة: يعنی ما کان لها أصل من السنة ترجع إليه، وإنما هی بدعة لغة لا شرعا لموافقتها السنة.

’’حافظ ابونعیم نے ابراہیم بن جنید کی سند سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت محمودہ اور بدعت مذمومہ۔ بدعتِ محمودہ وہ بدعت ہے جو سنت کے مطابق و موافق ہو اور جو بدعت سنت کے مخالف و متناقض ہو وہ مذموم ہے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول - نعمت البدعة هذه - سے اِستدلال کیا ہے اور امام شافعیؒ کی مراد بھی یہی ہے جو ہم نے اس سے پہلے بیان کی ہے۔ بے

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶
۳۔ بيهقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۹۳، رقم: ۴۳۷۹
۴۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰

شک بدعت مذمومہ وہ ہے جس کی کوئی اصل اور دلیل شریعت میں نہ ہو جس کی طرف یہ لوٹتی ہے۔ اسی پر بدعتِ شرعی کا اِطلاق ہوتا ہے۔اس کے برعکس بدعتِ محمودہ وہ بدعت ہے جو سنت کے موافق ہو یعنی شریعت میں اس کی اَصل ہو جس کی طرف یہ لوٹتی ہو یہی بدعت لُغوی ہے شرعی نہیں۔

۴۔ علامہ بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشیؒ اپنی کتاب ''المنثور فی القواعد (۱: ۲۱۷)'' میں بدعتِ لغویہ اور بدعتِ شرعیہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فأما فی الشرع فموضوعة للحادث المذموم، وإذا أُرید الممدوح قُیِّدَتْ و یکون ذالک مجازًا شرعیاً حقیقة لغویة.

''شرع میں عام طور پر لفظِ بدعت، محدثہ مذمومہ کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن جب بدعت ممدوحہ مراد ہو تو اسے مقید کیا جائے گا لہٰذا یہ بدعت مجازاً شرعی ہوگی اور حقیقتاً لغوی ہوگی۔''

۵۔ اِمام محمد عبد الباقی زرقانیؒ بہت بڑے محدث اور شارح گزرے ہیں۔ وہ حدیث - نعمت البدعة هذه[1] - کے ذیل میں بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

سماها بدعة لانه ﷺ لم یسن الإجتماع لها، و هو لغة ما أحدث علی غیر مثال سبق، و تطلق شرعاً علی مقابل السنة و هی مالم یکن فی عهده ﷺ ثم تنقسم إلی الأحکام الخمسة وحدیث:

(۱) ۱۔ مالك، المؤطاء، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیهقی، شعب الایمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱: ۲۶۶
۴۔ زرقانی، شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالك، ۱: ۳۴۰

’’کل بدعة ضلالة‘‘(۱) عام مخصوص وقد رغب فيها عمر.(۲)

’’باجماعت نماز تراویح کو بدعت سے اس لیے موسوم کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے لئے اجتماع سنت قرار نہیں دیا اور لغوی اعتبار سے بدعت اس عمل کو کہتے ہیں جو مثالِ سابق کے بغیر ایجاد کیا گیا ہو اور شرعی طور پر بدعتِ سیّئہ کو سنت کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور اس سے مراد وہ عمل ہوتا ہے جسے عہدِ رسالت ﷺ میں نہ کیا گیا ہو پھر بدعت کی پانچ قسمیں بیان کی جاتی ہیں اور حدیث ’’کلّ بدعة ضلالة‘‘ عام مخصوص ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس (نماز تراویح) کی ترغیب دی ہے۔‘‘

۲۔ بدعتِ شرعی (Legal Innovation)

بدعتِ شرعی سے مراد اَیسے نئے اُمور ہیں جو نہ صرف کتاب و سنت سے متخالف و متناقض ہوں اور اَخیارِ اُمت کے اِجماع کے بھی مخالف ہوں۔ دوسرے لفظوں میں ہر وہ نیا کام جس کی کوئی شرعی دلیل، شرعی اَصل، مثال یا نظیر پہلے سے کتاب و سنت اور آثارِ صحابہ میں موجود نہ ہو، ’’بدعت شرعی‘‘ ہے۔ ذیل میں بدعتِ شرعی کی چند تعریفات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، ۵: ۴۴، رقم: ۲۶۷۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، مقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

(۲) زرقانی، شرح المؤطا، ۱: ۲۳۸

۱۔ **علامہ ابن تیمیہ** (۷۲۸ھ) بدعتِ شرعی کی تعریف کرتے ہوئے اپنے معروف فتاویٰ ''مجموع الفتاویٰ (۳: ۱۹۵)'' میں لکھتے ہیں:

والبدعة ما خالفت الکتاب والسنة أو اجماع سلف الأمّة من الاعتقادات والعبادات کأقوال الخوارج والروافض والقدرية والجهمية.

''بدعت سے مراد ایسا کام ہے جو اعتقادات و عبادات میں کتاب و سنت اور اَخیارِ اُمت کے اِجماع کی مخالفت کرے جیسے خوارج، روافض، قدریۃ اور جہمیۃ کے عقائد۔''

۲۔ **شیخ ابن رجب حنبلیؒ** (المتوفی ۷۹۵ھ) بدعت شرعی کی تعریف کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

المراد بالبدعة ما أحدث مما لا اصل له فی الشريعة يدل عليه واما ما کان له اصل من الشرع يدل عليه فليس ببدعة شرعاً وان کان بدعة لغة۔(۱)

''بدعت (شرعی) سے مراد ہر وہ نیا کام ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو جو اس پر دلالت کرے لیکن ہر وہ معاملہ جس کی اصل شریعت میں موجود ہو وہ شرعاً بدعت نہیں اگرچہ وہ لغوی اعتبار سے بدعت ہوگا۔''

حدیث نبوی ﷺ - مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ - کی تشریح کرتے ہوئے علامہ موصوف بدعتِ لغویہ اور بدعتِ شرعیہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

(۱) ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱: ۲۵۲

من أحدث فی أمرنا هَذا ما ليس منه فهو رد(۱) فكلّ من أحدث شيئا و نسبه إلی الدين ولم يكن له أصل من الدين يرجع إليه فهو ضلالة والدين بریء منه، و سواء فی ذلک مسائل الاعتقادات أو الأعمال أو الأقوال الظاهرة والباطنة. و أما ما وقع فی كلام السلف من استحسان بعض البدع فإنما ذلک فی البدع اللغوية لا الشرعية.(۲)

’’(حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:) جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہ ہوتو وہ (چیز) مردود ہے۔ پس جس کسی نے بھی کوئی نئی چیز ایجاد کی اور پھر اس کی نسبت دین کی طرف کر دی اور وہ چیز دین کی اصل میں سے نہ ہوتو وہ چیز اس کی طرف لوٹائی جائے گی اور وہی گمراہی ہوگی اور دین اس چیز سے بری ہوگا اور اس میں اعتقادی، عملی، قولی، ظاہری و باطنی تمام مسائل برابر ہیں۔ اور بعض اچھی چیزوں میں سے جو کچھ اسلاف کے کلام میں گزر چکا ہے پس وہ بدعت لغویہ میں سے ہے، بدعت شرعیہ میں سے نہیں ہے۔‘‘

۳۔ اِسی مؤقف کی تائید کرتے ہوئے معروف غیر مقلد عالمِ دین **نواب صدیق حسن خان بھوپالی** (۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ ہر نئے کام کو بدعت کہہ کر مطعون نہیں کیا جائے گا

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الاقضية، باب نقض الاحكام الباطلة، ۳: ۱۳۴۳، رقم: ۱۷۱۸

۲۔ ابن ماجه، السنن، المقدمه، باب تعظيم حديث رسول الله، ۱: ۷، رقم: ۱۴

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۷۰، رقم: ۲۶۳۷۲

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۲۰۷، رقم: ۲۶

۵۔ دار قطنی، السنن، ۴: ۲۲۴، رقم: ۷۸

(۲) ابن رجب حنبلی، جامع العلوم و الحكم فی شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم: ۲۵۲

بلکہ بدعت صرف اس کام کو کہا جائے گا جس کے نتیجے میں کوئی سنت متروک ہو جائے۔ جو نیا کام کسی امرِ شریعت سے متناقض نہ ہو وہ بدعت نہیں بلکہ مباح اور جائز ہے۔ شیخ وحید الزماں اپنی کتاب ''هدية المهدی'' کے صفحہ ۱۱۷ پر بدعت کے حوالے سے علامہ بھوپالی کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

البدعة الضلالة المحرمة هی التی ترفع السنة مثلها و التی لا ترفع شيئا منها فليست هی من البدعة بل هی مباح الاصل.

''بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے۔ جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔''

وہ بدعت جو مستحسن اُمور کے تحت آتی ہے اور قرآن و حدیث کے کسی حکم سے متضاد بھی نہیں وہ مشروع، مباح اور جائز ہے۔ اسے محض بدعت یعنی نیا کام ہونے کی بنا پر مکروہ یا حرام قرار دینا کتاب و سنت کی روح کے منافی ہی نہیں بلکہ منشائے اِلٰہی کے خلاف بھی ہے۔

۴۔ **مولانا عبدالرحمن مبارک پوری** بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کی تقسیم بیان کرتے ہوئے ''تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی'' میں لکھتے ہیں:

بقوله ﷺ: كل بدعة ضلالة[1] و المراد بالبدعة ما أحدث مما لا

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، ۵: ۴۴، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدين، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

أصل له فی الشريعة يدل عليه واما ما كان له أصل من الشرع يدل عليه فليس ببدعة شرعا و إن كان بدعة لغة فقوله ﷺ: كل بدعة ضلالة من جوامع الكلم لا يخرج عنه شئ وهو أصل عظيم من أصول الدين واما ما وقع فی كلام السلف من استحسان بعض البدع فإنّما ذلك فی البدع اللغوية لا الشرعية فمن ذلك قول عمر رضی الله عنه فی التراويح (نعمت البدعة هذه)[1] و روی عنه أنه قال إن كانت هذه بدعة فنعمت البدعة و من ذٰلك أذان الجمعة الأول زاده عثمان رضی الله عنه[2] لحاجة الناس إليه و اقره عليٌّ واستمر عمل المسلمين عليه و روی عن ابن عمر أنه قال هو بدعة و لعله اَراد ما أراد ابوه فی التراويح.[3]

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے قول - كل بدعة ضلالة (ہر بدعت گمراہی ہے) - میں بدعت سے مراد ایسی نئی چیز ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو جو اس پر دلالت کرے اور وہ چیز جس کی اصل شریعت میں موجود ہو جو اس پر

(۱) ۱۔ مالك، الموطا، باب ما جاء فی قيام رمضان، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الايمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سیوطی، تنوير الحوالك شرح مؤطا مالك، ۱: ۱۰۵، رقم: ۲۵۰
۴۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحكم، ۱/ ۲۶۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجمعه، باب الجلوس على المنبر، ۱: ۳۱۰، رقم: ۸۷۳
۲۔ شمس الحق، عون المعبود، ۳: ۳۰۲
۳۔ واديا شی، تحفة المحتاج، ۱: ۵۰۶، رقم: ۶۲۴
۴۔ شوکانی، نيل الاوطار، ۳: ۳۲۳

(۳) مبارك پوری، جامع الترمذی مع شرح تحفة الاحوذی، ۳: ۳۷۸

دلالت کرے اسے شرعاً بدعت نہیں کہا جا سکتا اگرچہ وہ لغتاً بدعت ہو گی کیونکہ حضور علیہ السلام کا قول - کل بدعة ضلالة - جوامع الکلم میں سے ہے اس سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ یہ دین کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور اَسلاف کے کلام میں جو بعض بدعات کو مستحسنہ قرار دیا گیا ہے تو یہ بدعت لغویہ ہے، شرعیہ نہیں ہے۔ اور اسی میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نماز تراویح کے بارے میں فرمان - نعمت البدعة هذه - ہے اور آپ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’ان كانت هذه بدعة فنعمت البدعة‘‘ (اگر یہ بدعت ہے تو یہ اچھی بدعت ہے)۔ اور جمعہ کی پہلی اذان بھی اسی میں سے ہے جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر شروع کیا تھا اور اسے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے قائم رکھا اور اسی پر مسلمانوں نے مداومت اختیار کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ بدعت ہے کا شاید ان کا ارادہ بھی اس سے وہی تھا جو ان کے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کا نماز تراویح میں تھا (کہ باجماعت نماز تراویح ’’نعمت البدعة‘‘ ہے)۔‘‘

وضاحت

تقسیمِ بدعت کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ بعض اوقات ایک کام محض لُغوی اِعتبار سے بدعت ہوتا ہے شرعی اِعتبار سے نہیں۔ بعض لوگ بدعتِ لغوی کو ہی بدعتِ شرعی سمجھ کر حرام کہنے لگتے ہیں۔ لفظِ بدعت، چونکہ بَدَعَ سے مشتق ہے جس کے معنی ’’نیا کام‘‘ کے ہیں۔ اس لئے **لُغوی اعتبار سے ہر نئے کام کو خواہ اچھا ہو یا برا، صالح ہو یا فاسد، مقبول ہو یا نامقبول بدعت** کہہ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے اِس اِبہام سے بچنے کے لیے بدعت کی ایک اُصولی تقسیم یہ کی ہے کہ اسے بنیادی طور پر بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی، دو اقسام میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور بدعت کو بلا اِمتیاز و بلا تفریق صرف ایک ہی اکائی سمجھ کر ہر نئے کام کو جو عہدِ رسالت مآب ﷺ یا عہدِ صحابہ

کے بعد ایجاد ہوا یا رواج پذیر ہوا، مذموم، حرام اور باعث ضلالت قرار نہیں دیا بلکہ کسی نئے کام کو ''بدعةِ لغویه'' کے زمرے میں رکھا ہے اور کسی کو ''بدعةِ شرعية'' کے زمرے میں۔ اس طرح صرف بدعتِ شرعیہ کو ہی بدعتِ ضلالت قرار دیا ہے جبکہ بدعتِ لغویہ کو بالعموم بدعتِ حسنہ تصور کیا ہے۔

اس تقسیم کو صراحتاً بیان کرنے والوں میں منجملہ کثیر ائمہ دین اور علماء اعلام کے ابنِ تیمیہ (۷۲۸ھ)، ابنِ کثیر (۷۷۴ھ)، ابنِ رجب حنبلی (۷۹۵ھ)، علامہ شوکانی (۱۲۵۵ھ) اور علامہ بھوپالی (۱۳۰۷ھ) سے لے کر شیخ عبد العزیز بن باز (۱۴۲۱ھ) تک، ایک خاص نقطۂ نظر رکھنے والے علماء بھی شامل ہیں۔ ان میں سے بعض علماء اور محدّثین جو اپنے آپ کو ''سلفی'' کہتے ہیں، سوادِ اَعظم سے اپنے آپ کو جدا قرار دیتے ہیں اور کسی لحاظ سے بھی بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی تقسیم جائز نہیں سمجھتے وہ بھی بدعت کو بدعتِ لُغوی اور بدعتِ شرعی میں تقسیم کرتے ہیں۔ جب کہ ہم بدعتِ حسنہ اور سیئہ کے ساتھ بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کی تقسیم کو بھی مانتے ہیں کیوں کہ ہمارے نزدیک ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جس کو وہ بدعتِ شرعی کہتے ہیں ہم اسے بدعتِ سیئہ، بدعتِ ضلالہ یا بدعتِ قبیحہ بھی کہتے ہیں اور جس کو وہ بدعتِ لُغوی کہتے ہیں ہم اسے بدعتِ حسنہ، بدعتِ صالحہ اور بدعتِ خیر سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ لہٰذا کسی بھی نئے عمل کی حلت وحرمت کو جانچنے کے لئے اسے دلیلِ شرعی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اگر وہ عمل موافقِ دلیل ہوتو ''بدعتِ حسنہ'' کہلائے گا اور اگر مخالف دلیل ہوتو ''بدعتِ سیئہ'' یا ''بدعتِ مذمومہ''۔

مختصراً یہ کہ **بدعت کے دراصل دو اِطلاقات ہیں: ایک شرعی اور دوسرا لغوی۔ شرعی اِطلاق میں بدعت ''محدثات الأمور'' کو شامل ہے اور یہی ''بدعتِ سیّئہ'' ہے۔ سو اس معنی میں ''كل بدعة ضلالة'' درست ہے، کیونکہ اس کا معنی و مراد ہی ''كل بدعةٍ سيّئةٍ ضلالة'' ہے لیکن لغوی اِطلاق میں بدعت کی تقسیم ہوگی۔ وہ اِس طرح کہ اگر وہ مخالفِ دلیلِ شرعی یا منافی و ناسخِ سنّت ہوتو خودبخود ''بدعت شرعی'' ہو جائے گی اور وہی**

”بدعتِ سیّئہ“ ”بدعتِ مذمومہ“ یا ”بدعتِ ضلالہ“ ہوگی لیکن اگر مخالفِ شریعت نہ ہو اور نہ ہی ناسخِ سنّت ہو تو وہ مباح اور جائز ہوگی۔

بدعتِ حسنہ کی اَہمیت و ضرورت اور افادیت و مصلحت کے اعتبار سے اس کی مزید درجہ بندی کی گئی ہے سو یا وہ فقط بدعتِ مباحہ ہوگی، یا بدعتِ مندوبہ (مستحبّہ) ہوگی یا بدعتِ واجبہ یعنی صورۃً وھیئۃً تو وہ کوئی نیا کام ہوگا مگر اصلاً و دلالتاً اَمرِ خیر اور اَمرِ صالح ہوگا جسے شریعتِ اِسلامیہ کے عمومی دلائل و اَحکام کی اُصولی تائید میسّر ہوگی۔ اِسی لئے تمام اَئمہ و محدّثین اور فقہاء و محققین نے ہر زمانے میں بدعت کی یہ تقسیم بیان کی ہے۔

اگر ہر نیا کام محض اپنے نئے ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار پائے تو لامحالہ تعلیماتِ دین اور فقہ اسلامی کا بیشتر حصہ ناجائز کے زمرے میں آجائے گا۔ اِجتہاد کی ساری صورتیں، قیاس اور استنباط کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔ اسی طرح دینی علوم و فنون اور ان کو سمجھنے کے لئے جملہ علومِ خادمہ جو فہمِ دین کے لئے ضروری اور عصری تقاضوں کے مطابق لابدی ہیں ان کا سیکھنا، سکھانا بھی حرام قرار پائے گا کیونکہ یہ سب علوم وفنون اپنی موجودہ شکل میں نہ عہدِ رسالت میں موجود تھے نہ ہی عہدِ صحابہ کرام میں۔ انہیں تو بعد میں ضرورت کے پیش نظر وضع اور مرتب کیا گیا۔ یہ تمام علوم وفنون اپنی ہیئت، اُصول، اِصطلاحات، تعریفات اور قواعد و ضوابط کے اعتبار سے نئے ہیں لهٰذا بلاشک وشبہ یہ سب بدعتِ لُغوی کے زمرے میں آتے ہیں۔ مزید برآں اگر ہر نیا کام بدعتِ شرعی اور ضلالت وگمراہی قرار پائے تو دینی مدارس کی مروجہ تعلیم و تدریس اور نصابات کا بیشتر حصّہ بھی گمراہی قرار پائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ درس نظامی کے نصابات کے طریق پر درس و تدریس نہ تو حضور ﷺ کے زمانۂ اقدس میں تھی اور نہ ہی اس طرح کسی صحابی نے تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کا طریقہ نہایت سادہ تھا۔ یہ فقط قرآن و حدیث کے سماع و روایت پر مبنی تھا۔ لهٰذا قرآن حکیم کی موجودہ شکل میں طباعت و زیبائش سے لے کر حرمِ کعبہ اور مساجد کی پختہ تعمیر اور تزئین و آرائش تک بہت سے معاملات کا جواز بھی مجروح

اور ساقط ہو جائے گا۔ اس ساری تفصیل بیان کرنے کا مقصد فقط یہ ہے کہ اِشکال دور کرنے کے لیے بدعت کی حسنہ اور سیئہ میں تقسیم ناگزیر ہے۔

بدعت کی دوسری تقسیم

۱۔ بدعتِ حسنہ

۲۔ بدعتِ سیّئة

۱۔ بدعتِ حسنہ (Commendable Innovation)

بدعتِ حسنہ سے مراد وہ نیا عمل ہے جس کی اَصل، مثال یا نظیر کتاب و سنت میں موجود ہو اور وہ احکامِ شریعت سے متخالف و متناقض نہ ہو بلکہ شریعت کے مستحسنات کے تحت داخل ہو۔

۱۔ **اِمام بدرالدین عینیؒ** (۸۵۵ھ) ’’عمدة القاری شرح صحیح البخاری (۱۱: ۱۲۶)‘‘ میں بدعت کی تعریف اور تقسیم کرتے ہوئے بدعتِ حسنہ اور بدعتِ قبیحہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> **البدعة علی نوعين: اِن کانت مما يندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی بدعة حسنة واِن کانت مما يندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی بدعة مستقبحة.**
>
> ’’بدعت کی دو قسمیں ہیں، اگر یہ شریعت کے مستحسنات کے تحت آ جائے تو یہ بدعتِ حسنہ ہے اور اگر یہ شریعت کے مستقبحات کے تحت آ جائے تو یہ بدعتِ مستقبحة ہو گی۔‘‘

۲۔ **اِمام اَبو زکریا محی الدین بن شرف نوویؒ** بدعت کو بنیادی طور پر حسنہ اور سیّئہ میں

تقسیم کرتے ہوئے اپنی کتاب ’’تہذیب الأسماء واللغات‘‘ میں فرماتے ہیں:

البدعة منقسمة الی حسنة و قبيحة وقال الشيخ الامام المجمع على امامته و جلالته و تمكنه فی انواع العلوم و براعته ابو محمد عبدالعزيز بن عبدالسلام فی آخر ’’كتاب القواعد‘‘ البدعة منقسمة إلى واجبة و محرمة و مندوبة و مكروهة و مباحة قال والطريق فی ذلک أن تعرض البدعة على قواعد الشريعة فان دخلت فی قواعد الايجاب فهی واجبة و إن دخلت فی قواعد التحريم فهی محرمة و إن دخلت فی قواعد المندوب فهی مندوبه و ان دخلت فی قواعد المكروه فهی مكروهة و ان دخلت فی قواعد المباح فهی مباحة.(۱)

’’بدعت کو بدعت حسنہ اور بدعت قبیحہ میں تقسیم کیا گیا ہے اور شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام ’’کتاب القواعد‘‘ میں فرماتے ہیں۔ بدعت کو بدعت واجبہ، محرمہ، مندوبہ، مکروھہ اور مباحہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعدِ شرعیہ سے موازنہ کیا جائے، اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہے تو واجب ہے اور اگر قواعدِ تحریم کے تحت داخل ہے تو حرام ہے اور اگر قواعدِ استحباب کے تحت داخل ہے تو مستحب ہے اور اگر کراھت کے قاعدہ کے تحت داخل ہے تو مکروہ اور اگر اباحت کے قاعدہ میں داخل ہے تو مباح ہے۔‘‘

۳۔ علامہ ابن تیمیہ ’’بدعت حسنہ‘‘ اور ’’بدعت ضلالہ‘‘ کے مفہوم کو مزید واضح کرتے

(۱) ۱۔ تہذیب الأسماء واللغات، ۳: ۲۲

۲۔ نووی، شرح صحيح مسلم، ۱: ۲۸۶

۳۔ سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: ۵۱

ہوئے بیان کرتے ہیں:

قال الشافعي رحمه الله: البدعة بدعتان بدعة خالفت كتابا و سنة و إجماعا و أثرا عن بعض أصحاب رسول الله ﷺ فهذه بدعه ضلاله و بدعه لم تخالف شيئا من ذلک فهذه قد تكون حسنة لقول عمر نعمت البدعة هذه.(۱) هذا الكلام أو نحوه رواه البيهقي بإسناده الصحيح فی المدخل.(۲)

''امام شافعیؒ نے بدعت کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ایک وہ بدعت جو قرآن و سنت، اجماع اور بعض اصحاب رسول ﷺ کے اقوال کے خلاف ہو تو وہ بدعت ضلالہ ہے۔ اور جو بدعت ان تمام چیزوں (یعنی قرآن و سنت، اجماع اور آثارِ صحابہ) میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہی بدعت حسنہ ہے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''نعمت البدعة هذه'' یہ یا اس جیسا دوسرا بیان اسے امام بیہقی نے اپنی صحیح اسناد کے ساتھ ''المدخل'' میں روایت کیا ہے۔''

۴۔ **علامہ ابو اسحاق شاطبیؒ** بہت بڑے اُصولی، محدّث اور فقیہ گزرے ہیں۔ آپ کا شمار آٹھویں صدی ہجری کے جدید فکر کے حامل فقہاء میں ہوتا ہے۔ آپ اپنی معروف کتاب ''الاعتصام (۲: ۱۱۱)'' میں بدعتِ حسنہ کا استناد و اِعتبار بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فإن كان إعتبار المصالح المرسلة حقا فإعتبار البدع المستحسنة حق لأنهما يجريان من واد واحد. وإن لم يكن إعتبار البدع حقا،

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، باب ما جاء فی قيام رمضان، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سیوطی، تنویر الحوالك شرح مؤطا مالك، ۱: ۱۰۵، رقم: ۲۵۰
(۲) ابن تيمية، كتب ورسائل و فتاوی ابن تيمية فی الفقه، ۲۰: ۱۶

لم يصح إعتبار المصالح المرسلة.

’’مصالح مرسلہ اور بدعات حسنہ دونوں کا مآل ایک ہے اور دونوں برحق ہیں اور اگر بدعات حسنہ کا اعتبار صحیح نہ ہو تو مصالح مرسلہ کا اعتبار بھی صحیح نہیں ہوگا۔‘‘

۵۔ **علامہ ابن حجر عسقلانیؒ** نے اپنی مشہور و معروف تصنیف ’’فتح الباری شرح صحیح البخاری (۴: ۲۵۳)‘‘ میں بدعت کی تعریف اور تقسیم پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

والبدعة أصلها ما أحدث على غير مثال سابق، و تطلق في الشرع في مقابل السنة فتكون مذمومة، والتحقيق أنها إن كانت مما تندرج تحت مستحسن في الشرع فهي حسنة، و إن كانت مما تندرج مستقبح في الشرع فهي مستقبحة، و إلّا فهي من قسم المباح وقد تنقسم إلى الأحكام الخمسة.

’’بدعت سے مراد ایسے نئے اُمور کا پیدا کیا جانا ہے جن کی مثال سابقہ دور میں نہ ملے اور ان اُمور کا اطلاق شریعت میں سنت کے خلاف ہو پس یہ ناپسندیدہ عمل ہے، اور بالتحقیق اگر وہ بدعت شریعت میں مستحسن ہو تو وہ **بدعت حسنہ** ہے اور اگر وہ بدعت شریعت میں ناپسندیدہ ہو تو وہ **بدعت مستقبحہ** یعنی بری بدعت کہلائے گی اور اگر ایسی نہ ہو تو اس کا شمار بدعت مباحہ میں ہوگا۔ بدعت کو شریعت میں پانچ اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے (واجبہ، مندوبہ، محرمہ، مکروہہ اور مباحہ)۔‘‘

www.MinhajBooks.com

۶۔ **اِمام ابن حزم اُندلسیؒ** اپنی کتاب ’’الأحکام فی أصول الاحکام (۱: ۴۷)‘‘ میں بدعتِ حسنہ اور بدعتِ مذمومہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والبدعة كل ما قيل أو فعل مما ليس له أصل فيما نسب إليه ﷺ

و هو في الدين كل مالم يأت في القرآن ولا عن رسول الله ﷺ إلا أن منها ما يؤجر عليه صاحبه و يعذر بما قصد إليه من الخير و منها ما يؤجر عليه صاحبه و يكون حسنا و هو ما كان أصله الإباحة كما روي عن عمر رضی اللہ عنہ نعمت البدعة هذه[1] و هو ما كان فعل خير جاء النص بعموم استحبابه و إن لم يقرر عمله في النص و منها ما يكون مذموما و لا يعذر صاحبه و هو ما قامت به الحجة على فساده فتمادى عليه القائل به.

”بدعت ہر اس قول اور فعل کو کہتے ہیں جس کی دین میں کوئی اصل یا دلیل نہ ہو اور اس کی نسبت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف کی جائے لہٰذا دین میں ہر وہ بات بدعت ہے جس کی بنیاد کتاب و سنت پر نہ ہو مگر جس نئے کام کی بنیاد خیر پر ہو تو اس کے کرنے والے کو اس کے اِرادۂ خیر کی وجہ سے اَجر دیا جاتا ہے اور یہ بدعتِ حسنہ ہوتی ہے اور یہ ایسی بدعت ہے جس کی اصل اباحت ہے۔ جس طرح کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نعمت البدعة هذه قول ہے۔ اور یہ وہی اچھا عمل تھا جس کے مستحب ہونے پر نص وارد ہوئی اگرچہ پہلے اس فعل پر صراحتاً نص نہیں تھی اور ان (بدعات) میں سے بعض افعال مذموم ہوتے ہیں لہٰذا اس کے عامل کو معذور نہیں سمجھا جاتا اور یہ ایسا فعل ہوتا ہے جس کے ناجائز ہونے پر دلیل قائم ہوتی ہے اور اس کا قائل اس پر سختی سے عامل ہوتا ہے۔“

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔بخاری، الصحیح، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶
۳۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰
۴۔ بيهقى، السنن الكبرىٰ، ۲: ۴۹۳، رقم: ۴۳۷۹
۵۔ بيهقى، شعب الايمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

۲۔ بدعتِ سیّئة (Condemned innovation)

بدعتِ سیئہ سے مراد وہ نیا عمل ہے جو قرآن و حدیث کے مخالف ہو اور اس کی اصل مثال یا نظیر بھی کتاب و سنت میں نہ ہو دوسرے لفظوں میں بدعت سیئہ سے مراد وہ بدعت ہے جو کسی سنت کے ترک کا باعث بنے اور امرِ دین کو توڑے۔

۱۔ **علامہ اسماعیل حقیؒ** (۱۱۳۷ھ) بدعت کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بدعت صرف اُس عمل کو کہا جائے گا جو سنتِ رسول یا عملِ صحابہ و تابعین کے خلاف ہو، فرماتے ہیں:

أن البدعة هی الفعلة المخترعة فی الدین علی خلاف ما کان علیه النبی ﷺ و کانت علیه الصحابة و التابعون ﷺ۔[1]

''بدعت اس فعل کو کہا جاتا ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کی سنت کے خلاف گھڑا جائے ایسے ہی وہ عمل صحابہ و تابعین ﷺ کے طریقے کے بھی مخالف ہو۔''

۲۔ **اِمام ملا علی قاریؒ** حدیث مبارکہ - کل بدعة ضلالة - کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أی کل بدعة سیئة ضلالة، لقوله علیه الصلوة والسلام: من سنّ فی الاسلام سنّة حسنة فله اجرها و أجر من عمل بها[2] وجمع

(۱) اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، ۹: ۲۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکوة، باب الحث علی الصدقه، ۲: ۷۰۵، رقم: ۱۰۱۷

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاة، باب التحریض علی الصدقه، ۵: ۵۵، ۵۶، رقم: ۲۵۵۴

۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب سن سنة حسنة أو سیئة، ۱: ۷۴، رقم: ۲۰۳

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹

أبوبكر وعمر القرآن و كتبه زيد في المصحف و جدد في عهد عثمان رضی اللہ عنہم۔(۱)

’’یعنی ہر بری بدعت گمراہی ہے کیوں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ’’جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اس عمل کا اور اس پر عمل کرنے والے کا اجر ملے گا۔‘‘ اور یہ کہ حضرت شیخین ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو جمع کیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس کو صحیفہ میں لکھا اور عہد عثمانی میں اس کی تجدید کی گئی۔‘‘

۳۔ **اِمام ابن حجر مکیؒ** (۹۷۶ھ) اِسی حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفي الحديث كل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار(۲) وهو محمول على المحرمة لا غير۔(۳)

’’اور جو حدیث میں ہے کہ ’’ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے

(۱) ملا علی قاری، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ۱: ۲۱۶

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب في لزوم السنة، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، كتاب العلم، باب ما جاء في الأخذ بالسنة، ۵: ۴۴، رقم: ۲۶۷۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، مقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدين، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

۶۔ طبرانی، مسند الشاميين، ۱: ۴۴۶، رقم: ۷۸۶

۷۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۸: ۲۴۹، رقم: ۶۲۴

(۳) ابن حجر مكی، الفتاوى الحديثيه: ۱۳۰

جائے گی'' اس حدیث کو بدعتِ محرمہ پر محمول کیا گیا ہے، اس کے علاوہ اور کسی پر نہیں۔''

۴۔ مشہور غیر مقلد عالم دین **مولانا وحید الزمان** بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے بدعتِ سیئہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ومنها ما هی ترک المسنون و تحريف المشروع وهی الضلالة وقال السيد البدعة الضلالة المحرمة هی التی ترفع السنة مثلها والتی لا ترفع شيئا منها فليست هی من البدعة بل هی مباح الأصل.[1]

''اور بدعات میں سے ایک وہ بدعت ہے جس سے کوئی سنت ترک ہو رہی ہو اور حکم شرعی میں تبدیلی آئے اور یہی بدعت ضلالہ (سیئہ) ہے۔ نواب صاحب (نواب صدیق حسن بھوپالی) نے کہا ہے کہ بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔''

۵۔ **مولانا شبیر احمد عثمانی** ''فتح الملهم شرح صحیح مسلم (۲: ۴۰۶)'' میں حدیث – کل بدعة ضلالة – کی شرح کرتے ہوئے بدعتِ سیئہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال علي القاری قال فی الازهار أی کل بدعة سيئة ضلالة لقوله عليه الصلوة والسلام:

من سن فی الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها.[2]

---

(۱) وحید الزمان، هدية المهدی: ۱۱۷

(۲) ا۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقه، ۲: ۷۰۵، رقم: ۱۰۱۷

وجمع ابو بکر وعمر القرآن(۱) و کتبه زید فی المصحف و جُدد فی عهد عثمان رضی الله عنه قال النووی البدعة کل شئ عمل علی غیر مثال سبق و فی الشرع إحداث مالم یکن فی عهد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وقوله: کل بدعة ضلالة(۲) عام مخصوص.

’’ملا علی قاریؒ الازہار میں بیان کرتے ہیں کہ ’’کل بدعة ضلالة‘‘ سے ہر

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقه، ۵: ۵۵، ۵۶، رقم: ۲۵۵۴

۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب سن سنة حسنة أو سیئة، ۱: ۷۴، رقم: ۲۰۳

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۰۱، ۱۰۲، رقم: ۳۳۰۸

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله لقد جاء کم رسول، ۴: ۱۷۲۰، رقم: ۴۴۰۲

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاحکام، باب یستحب للکاتب أن یکون امیناً عاقلاً، ۶: ۲۶۲۹، رقم: ۶۷۶۸

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب من سورة التوبة، ۵: ۲۸۳، رقم: ۳۱۰۳

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۷، رقم: ۲۲۰۲

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، ۵: ۴۴، رقم: ۲۶۷۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۴۹، رقم: ۶۲۴

بدعت سیّئہ کا گمراہی ہونا مراد ہے اس پر حضور ﷺ کا یہ قول دلیل ہے کہ ''من سن فی الاسلام سنة حسنة فله أجرها و أجر من عمل بها'' جیسا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے قرآن کو جمع کیا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے مصحف میں لکھا اور عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں اس کی تجدید کی گئی۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بدعت ہر اُس عمل کو کہتے ہیں جس کو مثالِ سابق کے بغیر عمل میں لایا جائے اور اِصطلاحِ شرع میں ہر وہ نیا کام جو عہدِ نبوی میں نہ ہوا ہو بدعت کہلاتا ہے اور حدیث کل بدعة ضلالة عام مخصوص ہے۔''

بدعتِ حسنہ بدعتِ لُغوی ہے

بے شمار اُمورِ خیر اور اُمورِ صالحہ کو اُن کے ''نئے پن'' کی وجہ سے بعض علماء اور محدّثین بدعتِ لغوی اور بعض بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔ حقیقت میں دونوں اِصطلاحات کا مقصود و مفہوم ایک ہی ہے۔ صرف الفاظ کا فرق ہے۔ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے کہ ہم بدعتِ حسنہ اور سیئہ کی تقسیم کے ساتھ ساتھ بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کی تقسیم کو بھی مانتے ہیں۔ ہم ان دونوں تقسیمات میں کوئی تضاد نہیں سمجھتے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جس کو وہ بدعتِ شرعی کہتے ہیں ہم اسے بدعتِ سیئہ، بدعتِ ضلالہ یا بدعتِ قبیحہ کہتے ہیں اور جس کو وہ بدعتِ لغوی کہتے ہیں ہم اسے بدعتِ حسنہ، بدعتِ صالحہ اور بدعتِ خیر کہتے ہیں۔ ذیل میں چند اُن علماء اور محدّثین کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو بدعت کو حسنہ اور سیئہ کی بجائے بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان کی اِس تقسیم پر تھوڑا سا غور کرنے سے یہ اَمر واضح ہو جاتا ہے کہ بدعتِ حسنہ ہی بدعتِ لغوی ہے اور بدعتِ سیئہ ہی بدعتِ شرعی ہے۔

۱۔ اِمام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) اپنی کتاب ''منهاج السنة (۴: ۲۲۴)'' میں 'نعمت البدعة هذهٖ'' کے ذیل میں نمازِ تراویح کو بدعتِ لغوی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

إنما سماها بدعة لأن ما فعل ابتداء، بدعة لغة، وليس ذلک بدعة شرعية، فإن البدعة الشرعية التی هی ضلالة ما فعل بغير دليل شرعی.

''اِسے (یعنی نمازِ تراویح کو) بدعت اِس لیے کہا گیا کہ یہ عمل اس سے پہلے اِس انداز میں نہیں ہوا تھا لہٰذا یہ بدعتِ لغوی ہے بدعتِ شرعی نہیں ہے کیونکہ بدعتِ شرعی وہ گمراہی ہوتی ہے جو دلیلِ شرعی کے بغیر سر انجام دی جائے۔''

۲۔ اسی طرح **حافظ ابن کثیرؒ** (۷۷۴ھ) بھی ''**تفسیر القرآن العظیم** (۱: ۱۶۱)'' میں بدعت کی تقسیم بیان کرتے ہوئے نمازِ تراویح کو بدعتِ لغویہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والبدعة علی قسمين تارة تکون بدعة شرعية کقوله: فإن کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة[1] و تارة تکون بدعة لغوية کقول أمير المؤمنين عمر بن الخطاب عن جمعه إيّاهم علی صلاة التراويح واستمرارهم: نعمت البدعة هذه.[2]

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، ۵: ۴۴، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدين، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶
۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

(۲) ۱۔ مالک، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم، ۲: ۲۵۰
۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶

’’بدعت کی دو قسمیں ہیں بعض اَوقات یہ بدعت شرعیہ ہوتی ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ’’فإن کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة‘‘ اور بعض اَوقات یہ بدعت لغویہ ہوتی ہے جیسا کہ اَمیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو نمازِ تراویح پر جمع کرتے اور دوام کی ترغیب دیتے وقت فرمان ’’نعمت البدعة هذه‘‘ ہے۔‘‘

جیسا کہ ہم اس سے قبل ذکر کر چکے ہیں کہ علامہ ابنِ تیمیہ اور حافظ ابنِ کثیر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان: ’’نعمت البدعة هذه‘‘ میں بدعت کو بدعتِ لغوی شمار کیا ہے حالاں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہیں نہیں فرمایا کہ هذه بدعة لغوية بلکہ انہوں نے بدعت کے ساتھ لفظ ’نعم‘ اِستعمال کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اُنہوں نے اِسے نعم البدعة یا بدعتِ حسنہ کہا ہے۔ اِس مفہوم کی شہادت قرآن میں بھی موجود ہے سورۂ ص میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗ اَوَّابٌ ○ (۱)

’’(حضرت سلیمان علیہ السلام) کیا خوب بندہ تھا، بے شک وہ بڑی کثرت سے توبہ کرنے والا تھا ○‘‘

اس آیت میں لفظِ نعم اِستعمال ہوا ہے اس کا معنی لغوی نہیں ہوتا بلکہ اِس کا معنی ’’اَچھا‘‘ یعنی ’’حسنہ‘‘ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جسے نعم البدعة هذه کہا ہے لغت ہی کی رو سے اِس کا معنی بدعتِ حسنہ بنتا ہے یعنی باعتبارِ لغت بدعتِ لغوی سے مراد بدعتِ حسنہ ہے۔

www.MinhajBooks.com

------- ۳۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰

۴۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۲: ۴۹۳، رقم: ۴۳۷۹

۵۔ بيهقي، شعب الايمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

(۱) صٓ، ۳۸: ۳۰

۳۔ علامہ ابن رجب حنبلیؒ (۷۹۵ھ) اپنی کتاب ''جامع العلوم والحکم (۱: ۲۵۲)'' میں نئے اُمورِ صالحہ کو بدعتِ لغوی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

المراد بالبدعة ما أحدث مما لا أصل له فی الشریعة یدلّ علیه، وأما ما کان له أصل من الشرع یدلّ علیه فلیس ببدعة شرعاً وإن کان بدعة لغة.

''بدعت سے مراد ہر وہ نیا کام ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو جو اس پر دلالت کرے لیکن ہر وہ معاملہ جس کی اصل شریعت میں موجود ہو وہ شرعاً بدعت نہیں اگرچہ وہ لغوی اعتبار سے بدعت ہو گا۔''

پس ثابت ہوا کہ بدعت کو لغوی اور شرعی میں تقسیم کرنے والوں کے نزدیک بھی بدعتِ حسنہ سے مراد بدعتِ لغوی ہے۔

بدعتِ سیّئة ہی بدعتِ شرعی ہے

جمہور أئمہ و محدّثین اور اَکابر فقہاء نے حدیث - نعمت البدعة هذهِ[1] اور مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً[2] - اور اس جیسی دیگر احادیث کی روشنی میں بدعت کی تقسیم ''حسنہ'' اور ''سیئہ'' میں کی ہے جب کہ چند دیگر علماء نے بدعت لغوی اور بدعت

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم، ۲: ۲۵۰

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶

۳۔ ابن خزیمة، الصحیح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۹۳، رقم: ۴۳۷۹

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سیئة، ۴: ۲۰۵۹، رقم: ۲۶۷۴

شرعی میں تقسیم کی ہے۔ اگر ان دونوں تقسیمات پر تھوڑا سا تفکر و تدبر کیا جائے تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ نفسِ بدعت کا مفہوم اِن دونوں طبقات کے نزدیک ایک ہی ہے۔ دونوں کے نزدیک بدعتِ سیئہ ہی بدعتِ شرعی ہے اور بدعتِ شرعی ہی بدعتِ سیئہ ہے۔ اِمام شافعیؒ (۲۰۴ھ)، امام قرطبیؒ (۶۷۱ھ)، امام بیہقیؒ (۴۵۸ھ)، امام ابن عبد السلامؒ (۶۶۰ھ) اور امام نوویؒ (۶۷۶ھ) وغیرہ بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی اِصطلاح جبکہ علامہ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)، حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ)، علامہ ابن رجب حنبلی (۷۹۵ھ) اور علامہ شوکانی (۱۲۵۵ھ) وغیرہ بدعتِ لغویہ اور بدعتِ شرعیہ کی اِصطلاح اِستعمال کرتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ دونوں طبقات کی اِصطلاحات کا باہمی موازنہ کرنے اور دونوں کے مقصود و مطلوب پر غور کرنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ دونوں عملی طور پر بدعت کی تقسیم پر متفق ہیں۔ مزید برآں دونوں کے نزدیک بدعتِ حسنہ ہی بدعتِ لغوی ہے اور بدعتِ سیئہ ہی بدعتِ شرعی ہے۔

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۰۵، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقہ، رقم: ۱۰۱۷

۳۔ نسائی، السنن، ۵: ۵۵، ۵۶، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقہ، رقم: ۲۵۵۴

۴۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمۃ، باب سن سنۃ حسنۃ أو سیئۃ، ۱: ۷۴، رقم: ۲۰۳

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹